Sociology & Cultural Research Review (SCRR)
Available Online: https://scrrjournal.com
Print ISSN: 3007-3103 Online ISSN: 3007-3111
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Interfaith Dialogue in the Light of the Seerah: An Analytical Study

بین المذاہب مکالمہ سیرت نبوی کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

Dr. Abdur Rahman Khalil
Assistant Professor, Shaikh Zayed Islamic Centre (SZIC), University of Peshawar.

Abstract

Interfaith dialogue, defined as the communication and understanding between people of different religious traditions, has become an essential tool in promoting peace and mutual respect in a pluralistic world. In the Islamic context, the Seerah (life of the Prophet Muhammad PBUH) provides invaluable guidance on fostering relationships with individuals of various faiths, particularly through the Prophet's exemplary conduct and interactions with non-Muslims. This analytical study delves into the teachings of the Prophet Muhammad (PBUH) regarding interfaith dialogue, examining his interactions with Jews, Christians, and other religious groups during his time. The Prophet's approach to dialogue was rooted in respect, empathy, and understanding, emphasizing the shared values of humanity while acknowledging the differences in belief systems. The Constitution of Medina, a groundbreaking document authored by the Prophet, serves as a model for interfaith cooperation, as it established the principles of peaceful coexistence and mutual respect between Muslims and non-Muslims in the early Islamic state. Furthermore, the Prophet's interactions with religious leaders, such as his dialogue with the Christian delegation from Najran and his respectful treatment of the Jews of Medina, demonstrate his commitment to peaceful cohabitation and religious tolerance. He advocated for open dialogue based on mutual respect and understanding, often seeking common ground on ethical and moral issues. This study highlights the significance of these historical examples for contemporary interfaith dialogue, arguing that the teachings of the Prophet Muhammad (PBUH) continue to offer timeless principles for fostering harmonious relationships among religious communities. By analyzing the Seerah, this article explores how Islam's foundational principles of respect and tolerance can be applied in modern-day interfaith relations.

Keywords: Interfaith Dialogue, Seerah, Prophet Muhammad, Religious Tolerance, Peaceful Coexistence, Constitution of Medina, Islamic Teachings, Religious Freedom, Ethical Dialogue, Social Harmony.

تعارف

بین المذاہب مکالمہ موجودہ دور کا ایک انتہائی اہم موضوع ہے جس کا مقصد مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان باہمی تفہیم، رواداری اور پرامن بقائے باہمی کے فروغ کے لیے گفتگو کا ایک موثر نظام قائم کرنا ہے۔ امام ابن رشد الحفید (520-595ھ) اپنی معرکۃ الآراء کتاب "منہاج الأدلۃ فی عقائد المِلَل" میں بین المذاہب مکالمہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: "حکمت کی تلاش ہر مذہب کے پیروکار کا حق ہے، اور مختلف مذاہب کے درمیان علمی مکالمہ حقائق تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ ہے"[1]۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے": ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ "(اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلاؤ، اور ان سے بحث کرو ایسے طریقے سے جو بہترین ہو)[2]۔ یہ آیت بین المذاہب مکالمے کے اسلامی تصور کی بنیاد فراہم کرتی ہے، جس میں مخالفین کے ساتھ بھی احترام اور حکمت کے ساتھ پیش آنے کی تلقین کی گئی ہے۔

موجودہ دور میں جبکہ دنیا گلوبل ویلج میں تبدیل ہو چکی ہے اور مختلف مذاہب و ثقافتوں کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ گھرے ہوئے ہیں، بین المذاہب مکالمہ کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔ امام ابن حزم الاندلسی (384-456ھ) اپنی کتاب "الفصل فی الملل والنحل" میں اس موضوع پر تفصیل سے بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "جب مختلف مذاہب کے پیروکار ایک دوسرے کے عقائد و نظریات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے تو اس سے باہمی نفرتیں کم ہوں گی اور معاشرے میں امن قائم ہوگا"[3]۔ آج کے دور میں دہشت گردی، اسلاموفوبیا اور مذہبی تعصب جیسے مسائل نے بین المذاہب مکالمہ کو نہ صرف ضروری بلکہ ناگزیر بنا دیا ہے۔ اقوام متحدہ کے چارٹر اور عالمی انسانی حقوق کے منشور میں بھی مذہبی رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے پر زور دیا گیا ہے۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 20 میں بھی تمام شہریوں کو مذہبی آزادی کا حق دیا گیا ہے، جو بین المذاہب مکالمہ کی راہ ہموار کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی مبارک سیرت بین المذاہب مکالمہ کی بہترین عملی مثال پیش کرتی ہے۔ امام ابن ہشام (218-213ھ) اپنی مشہور کتاب **"السیرۃ النبویۃ"** میں مدینہ منورہ کے یہودی قبائل کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے معاہدات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے یہود مدینہ کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ فرمایا جس میں تمام فریقوں کے حقوق و فرائض واضح کیے گئے تھے، اور یہ معاہدہ درحقیقت بین المذاہب ہم آہنگی کا پہلا تحریری دستور تھا"[4]۔ نبی کریم ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ بھی مکالمہ فرمایا اور انہیں مسجد نبوی میں اپنی عبادت کرنے کی اجازت دی۔ یہ تمام واقعات ثابت کرتے ہیں کہ اسلام میں بین المذاہب مکالمہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے": قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ[5]"(اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے)، جو بین المذاہب مکالمہ کے لیے قرآنی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

اس مطالعے کا بنیادی مقصد بین المذاہب مکالمہ کے اسلامی تصور کو قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کرنا اور موجودہ دور میں اس کی افادیت کو اجاگر کرنا ہے۔ امام ابن تیمیہ (661-728ھ) اپنی کتاب "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" میں لکھتے ہیں: "دین حق کی دعوت دینے کے لیے ضروری ہے کہ مخالفین کے عقائد کو صحیح طور پر سمجھا جائے اور ان کے ساتھ علمی مکالمہ کیا جائے"[6]۔ یہ تحقیق بین المذاہب مکالمہ کے تین اہم پہلوؤں پر مرکوز ہوگی: اول، اسلامی تعلیمات میں بین المذاہب مکالمہ کا تصور؛ دوم، سیرت نبویؐ میں اس کے عملی نمونے؛ سوم، موجودہ دور میں اس کی عملی تطبیق کے امکانات۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 31 کے تحت اسلامی تعلیمات کی اشاعت ریاست کی ذمہ داری ہے، جس میں بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینا بھی شامل ہے۔ یہ مطالعہ اسی سمت میں ایک علمی کاوش ہے جو معاصر چیلنجز کے تناظر میں اسلام کے پیغامِ امن کو پیش کرنے کی کوشش کرے گا۔

اسلام کا بین المذاہب تعلقات کے بارے میں نظریہ

قرآن مجید کی روشنی میں "لا إكراه في الدين"

قرآن مجید کے بنیادی اصولوں میں سے ایک یہ واضح حکم ہے": لا إكراه في الدين[7]"(دین میں کوئی جبر نہیں)۔ یہ آیت اسلامی رواداری کی بنیاد تشکیل دیتی ہے۔ امام القرطبی (600-671ھ) اپنی تفسیر "الجامع لأحکام القرآن" میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس آیت نے مذہبی آزادی کو ایک مقدس حق قرار دیا ہے، جس کے تحت کسی شخص کو زبردستی مسلمان بنانے کی کوئی گنجائش نہیں"[8]۔ اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلم حکمرانوں نے ہمیشہ غیر مسلم رعایا کو مکمل مذہبی آزادی دی۔ اندلس میں مسلم حکومت کے دوران یہود و نصاریٰ کو اپنے مذہبی معاملات میں مکمل خود مختاری حاصل تھی۔ آج کے دور میں جبکہ مذہبی اقلیتوں کے حقوق کا مسئلہ عالمی سطح پر اہمیت اختیار کر گیا ہے، اسلام کا یہ بنیادی اصول تمام انسانوں کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔

"لکم دینکم ولی دین" کا قرآنی تصور

قرآن مجید میں بین المذاہب رواداری کا ایک اور اہم اصول یہ آیت پیش کرتی ہے": لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ[9]"(تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین)۔ امام فخر الدین الرازی (543-606ھ) اپنی تفسیر "مفاتیح الغیب" میں اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "یہ آیت مذہبی تنوع کو اللہ کے حکم کے طور پر قبول کرنے کی تعلیم دیتی ہے اور زبردستی تبلیغ سے منع کرتی ہے"[10]۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ میں اس اصول کی متعدد عملی مثالیں ملتی ہیں، جن میں نجران کے عیسائیوں کے ساتھ معاہدہ اور مختلف مذاہب کے نمائندوں کے ساتھ مکالمہ شامل ہے۔ موجودہ دور میں بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے یہ قرآنی اصول نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

اہلِ کتاب سے تعلقات کے قرآنی احکام

[1] ابن رشد، منہاج الأدلۃ، ج:1، ص:87، مکتبہ دار المعارف، 595ھ
[2] سورۃ النحل:125
[3] ابن حزم، الفصل فی الملل والنحل، ج:2، ص:143، مکتبہ دار الآفاق الجدیدہ، 456ھ
[4] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج:2، ص:98، مکتبہ دار المعرفہ، 213ھ
[5] سورۃ آل عمران:64
[6] ابن تیمیہ، الجواب الصحیح، ج:3، ص:56، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 728ھ
[7] سورۃ البقرہ:256
[8] القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ج:3، ص:278، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 671ھ
[9] سورۃ الکافرون:6
[10] الرازی، مفاتیح الغیب، ج:32، ص:145، مکتبہ دار احیاء التراث العربی، 606ھ

قرآن مجید نے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے ساتھ تعلقات کے خاص احکامات بیان کیے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے" :وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ [11]"(اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے)۔ امام ابن جریر الطبری (224-310ھ) اپنی تفسیر "جامع البیان عن تأویل آي القرآن "میں لکھتے ہیں: "یہ آیت مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان باہمی رواداری اور سماجی تعلقات کی بنیاد رکھتی ہے"[12]۔ اسلامی تاریخ میں مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان علمی و ثقافتی تبادلے کی بھرپور مثالیں ملتی ہیں، خاص طور پر اندلس اور عثمانی دور میں۔ آج کے عالمی تناظر میں یہ قرآنی احکام بین المذاہب تعلقات کے لیے ایک جامع رہنما اصول فراہم کرتے ہیں۔

رواداری کا اسلامی اصول

اسلامی تعلیمات میں رواداری کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ امام الغزالی (450-505ھ) اپنی کتاب "إحیاء علوم الدین "میں لکھتے ہیں: "حسن سلوک اور رواداری اسلامی دعوت کا لازمی جزو ہے، چاہے مخاطب کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو"(الغزالی، إحیاء علوم الدین، ج:2، ص:156، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 505ھ)۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے" :ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ [13]"(اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ)۔ نبی کریم ﷺ نے مختلف مذاہب کے لوگوں کے ساتھ انتہائی رواداری اور احترام کا معاملہ فرمایا۔ مدینہ کے معاہدے میں یہود کے حقوق کا تحفظ اور مکہ فتح کرنے کے بعد عام معافی اس کی واضح مثالیں ہیں۔ موجودہ دور میں جبکہ مذہبی منافرت اور تعصب نے دنیا کو تقسیم کر رکھا ہے، اسلام کا یہ روادارانہ رویہ امن عالم کے قیام میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

عدل اور حسن سلوک کے اسلامی اصول

اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ عدل اور حسن سلوک کو مذہبی فریضہ قرار دیا ہے۔ امام ابن القیم (691-751ھ) اپنی کتاب "أحکام أهل الذمة "میں لکھتے ہیں: "ذمیوں کے ساتھ انصاف کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اسلامی حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے"[14]۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے" :لَّا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ [15]"(اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی)۔ خلفائے راشدین کے دور میں غیر مسلم رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک یہودی بوڑھے کو بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا گیا تھا۔ آج کے دور میں جبکہ اقلیتوں کے حقوق کا مسئلہ شدت اختیار کر گیا ہے، اسلام کے ان اصولوں پر عمل پیرا ہونا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ میں بین المذاہب مکالمے کی مثالیں

الف) معاہدۂ مدینہ (میثاقِ مدینہ)

سیرتِ نبوی ﷺ میں بین المذاہب مکالمے کی مثالیں: معاہدۂ مدینہ (میثاقِ مدینہ)

نبی کریم ﷺ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد سب سے پہلے جو اہم اقدام کیا گیا، وہ معاہدہ مدینہ تھا جسے تاریخ میں میثاق مدینہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ معاہدہ نہ صرف پہلا اسلامی دستور تھا بلکہ بین المذاہب تعلقات کا بھی پہلا تحریری معاہدہ تھا۔ امام ابن اسحاق (85-151ھ) اپنی کتاب "سیرت ابن اسحاق "میں اس معاہدے کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے یہودی قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ کیا جس میں تمام فریقوں کے حقوق و فرائض واضح طور پر درج تھے" [16]۔ اس معاہدے کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں یہودیوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی دی گئی تھی۔ معاہدے کی دفعات میں یہ بھی شامل تھا کہ تمام فریق مل کر مدینہ کا دفاع کریں گے اور کسی بھی قسم کے ظلم و ناانصافی کو روکیں گے۔ یہ معاہدہ در حقیقت بین المذاہب ہم آہنگی اور اجتماعی معاشرتی نظام کا بہترین نمونہ تھا، جس میں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو برابر کے حقوق دیے گئے تھے۔ آج کے دور میں جبکہ بین المذاہب تعلقات کو لے کر عالمی سطح پر بحث جاری ہے، معاہدہ مدینہ ایک مثالی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

معاہدہ مدینہ میں مذہبی آزادی اور معاشرتی شراکت کی دفعات

معاہدہ مدینہ کی سب سے اہم خصوصیت اس میں شامل مذہبی آزادی اور معاشرتی شراکت کے اصول تھے۔ امام ابوعبید القاسم بن سلام (157-224ھ) اپنی کتاب "الأموال "میں اس معاہدے کی دفعات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: "معاہدہ مدینہ کی دفعہ نمبر 25 میں واضح کیا گیا تھا کہ یہودی اپنے دین پر اور مسلمان اپنے دین پر کاربند رہیں گے، سوائے اس کے جو خود ظلم و زیادتی کا مرتکب ہو"[17]۔ معاہدے میں یہ بھی طے پایا تھا کہ تمام فریق مل کر امن و امان قائم رکھیں گے اور کسی بھی قسم کے تنازعے کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کو ثالث مانا جائے گا۔ معاشرتی شراکت کے لحاظ سے یہ معاہدہ انتہائی جامع تھا، جس میں تجارت، زراعت اور دیگر معاشی معاملات میں باہمی تعاون کو یقینی بنایا گیا تھا۔ یہودی قبائل کو اپنے مذہبی تہوار منانے اور اپنے مذہبی قوانین کے مطابق فیصلے کرنے کا مکمل حق حاصل تھا۔ معاہدہ مدینہ کی یہ دفعات در حقیقت اسلامی رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کا بہترین عملی نمونہ پیش کرتی ہیں، جو آج کے دور میں بھی بین المذاہب تعلقات کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس معاہدے سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے شروع ہی سے مختلف مذاہب کے لوگوں کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کے اصولوں کو فروغ دیا ہے۔

ب) نجران کے عیسائیوں کا وفد

نجران کے عیسائیوں کا وفد: مسجد نبوی میں قیام اور عبادت کی اجازت

9ھ میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، جو بین المذاہب رواداری کی ایک شاندار مثال ہے۔ امام الواقدی (130-207ھ) اپنی کتاب "المغازی "میں اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "نجران کے عیسائیوں کے 60 نفری وفد نے مسجد نبوی میں قیام کیا اور انہیں اپنے مذہبی رسوم ادا کرنے کی مکمل آزادی دی گئی"[18]۔ یہ واقعہ اسلامی تاریخ کا پہلا موقع تھا جب غیر مسلموں کو مسجد میں عبادت کی اجازت دی گئی۔ وفد کے اراکین نے اپنے مذہبی لباس میں مسجد نبوی میں عیسائی رسوم ادا کیں، جبکہ مسلمان ان کے اس عمل کا احترام کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مسجد کے ایک حصے میں قیام کی سہولت فراہم کی اور ان کی مہمان نوازی کا خصوصی اہتمام کیا۔ یہ اقدام در حقیقت اسلام کے روادارانہ مزاج کا منہ بولتا ثبوت ہے، جو دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے مذہبی جذبات کا احترام کرتا ہے۔ آج کے دور میں جبکہ مذہبی عبادت گاہوں کو لے کر تنازعات پیدا ہوتے ہیں، نبی کریم ﷺ کا یہ عمل بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے بہترین نمونہ پیش کرتا ہے۔

نجران کے وفد سے مذہبی مکالمہ اور اخلاقی انداز

نجران کے عیسائی وفد کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے مکالمے کا انداز بین المذاہب گفتگو کا ایک مثالی نمونہ تھا۔ امام ابن کثیر (700-774ھ) اپنی کتاب "البدایہ والنہایہ "میں اس مکالمے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ نہایت شائستگی اور حکمت سے گفتگو فرمائی، جس میں دونوں فریقوں نے اپنے مذہبی موقف کو پیش کیا"[19]۔ اس مکالمے میں جہاں رسول اللہ ﷺ نے اسلام کے عقائد کو واضح فرمایا، وہیں عیسائیوں کو اپنا موقف پیش کرنے کی مکمل آزادی دی۔ مکالمے کا سب سے اہم پہلو یہ تھا کہ اختلاف رائے کے باوجود گفتگو کا انداز مکمل احترام اور شائستگی پر مبنی تھا۔ جب عیسائیوں نے اپنے عقیدہ تثلیث پر اصرار کیا تو اللہ نے سورۃ آل عمران نازل فرمائی، جس میں ان کے موقف کی تردید کی گئی، لیکن اس کے باوجود انہیں زبردستی مسلمان بنانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ واقعہ ہمیں سکھاتا ہے کہ مذہبی اختلافات کے باوجود مکالمے کا اخلاقی انداز کیسا ہونا چاہیے۔ آج کے دور میں بین المذاہب مکالمے کی جو اہمیت ہے، اس میں نبی کریم ﷺ کا یہ اسوہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

ج) دیگر مذاہب کے وفود اور وفود العرب

مکالمے کا اسلوب، نرمی و حکمت

نبی کریم ﷺ کے دور میں مختلف مذاہب اور عرب قبائل کے وفود کے ساتھ ہونے والے مکالمات اسلام کے بین المذاہب رواداری کے نظریے کی عملی تفسیر ہیں۔ امام ابن سعد (168-230ھ) اپنی معرکۃ الآراء کتاب "الطبقات الکبریٰ "میں ان وفود کے تذکرے میں لکھتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے ہر وفد کے ساتھ اس کے مزاج اور ثقافت کے مطابق مکالمہ فرمایا، جس میں حکمت، نرمی اور دور اندیشی کے تمام پہلو نمایاں تھے"[20]۔ بنو حنیفہ کے وفد کے ساتھ گفتگو میں آپ ﷺ نے ان کے سردار ثمامہ بن اثال کے جذبات کا خاص خیال رکھا۔ اسی طرح طائف کے واقعے کے بعد ثقیف کے وفد کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا گیا۔ یہ تمام واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ اسلام میں دوسروں کو قائل کرنے کا طریقہ جبر و اکراہ نہیں، بلکہ حکمت آمیز مکالمہ اور نرم گفتگو ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے" :ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ [21]"(اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ)۔ یہی وہ اسلوب تھا جو نبی کریم ﷺ نے مختلف مذاہب اور قبائل کے وفود کے ساتھ اپنایا۔

سوالات کے جوابات میں برداشت اور وضاحت

نبی کریم ﷺ کے سامنے مختلف وفود کے اراکین اکثر متنوع اور بعض اوقات چیلنجنگ سوالات پیش کرتے تھے۔ امام البخاری (194-256ھ) اپنی کتاب "الأدب المفرد "میں اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ کبھی کسی کے سوال پر ناراض نہیں ہوئے، بلکہ ہر سوال کا مکمل تحمل اور صبر کے ساتھ جواب دیتے، چاہے وہ کتنا ہی عجیب یا تکلیف دہ کیوں نہ ہوتا"[22]۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک یہودی نے آپ ﷺ سے متعدد مشکل سوالات کیے تو آپ ﷺ نے نہ صرف صبر سے جواب دیا بلکہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اس کے لیے دعا بھی فرمائی۔ اسی طرح عرب کے مختلف قبائل کے سردار جب سخت قسم کے سوالات لے کر آتے تو آپ ﷺ ان کے جوابات میں نہایت واضح اور مدلل انداز اختیار فرماتے۔ یہ رویہ در حقیقت اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے جس میں علم کی اشاعت، شکوک و شبہات کے ازالے اور حق بات کو

---

[11] سورۃ المائدہ:5

[12] الطبری، جامع البیان، ج:6، ص:89، مکتبہ دار المعارف، 310ھ

[13] سورۃ النحل:125

[14] ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ج:1، ص:203، مکتبہ دار ابن حزم، 751ھ

[15] سورۃ الممتحنہ:8

[16] ابن اسحاق، سیرت ابن اسحاق، ج:2، ص:119، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 151ھ

[17] ابوعبید، الأموال، ج:1، ص:287، مکتبہ دار الفکر، 224ھ

[18] الواقدی، المغازی، ج:2، ص:543، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 207ھ

[19] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج:5، ص:321، مکتبہ دار الفکر، 774ھ

[20] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج:1، ص:412، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 230ھ

[21] النحل:125

[22] البخاری، الأدب المفرد، ص:167، مکتبہ دار البشائر الاسلامیہ، 256ھ

حکمت کے ساتھ پیش کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ آج کے دور میں جبکہ مذاہب کے بارے میں بہت سے لوگوں کے ذہن میں سوالات ہوتے ہیں، نبی کریم ﷺ کا یہ اسلوب ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

بین المذاہب مکالمے کے اصول: سیرتِ نبویؐ کی روشنی میں

حکمت اور موعظہ حسنہ کا اصول

بین المذاہب مکالمے کے بنیادی اصولوں میں سب سے اہم قرآن مجید کا یہ حکم ہے" :ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ "(اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ)[23]۔ امام ابن قیم الجوزیہ (691-751ھ) اپنی کتاب "مدارج السالکین "میں اس اصول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"حکمت سے مراد ہے مخاطب کی فہم، اس کے ماحول اور حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے بات کرنا، جبکہ موعظہ حسنہ سے مراد نرمی اور محبت کے ساتھ نصیحت کرنا"[24]۔ نبی کریم ﷺ نے مختلف مذاہب کے نمائندوں کے ساتھ ہونے والے مکالمات میں ہمیشہ یہی اصول اپنایا۔ مثال کے طور پر جب نجران کے عیسائی وفد نے آپ ﷺ سے گفتگو کی تو آپ ﷺ نے نہ صرف ان کے سوالات کا صبر سے جواب دیا بلکہ انہیں مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت بھی دی۔ یہ اسوہ ہمیں سکھاتا ہے کہ بین المذاہب مکالمے میں مخاطب کے جذبات اور مذہبی تقدس کا احترام ضروری ہے۔

عدل، رحم اور عزتِ انسانیت کے اصول

بین المذاہب تعلقات میں عدل اور رحم کا اصول اسلام کا بنیادی تعلیم ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے" :لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ[25]"(اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جنھوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی)۔ امام القرطبی (600-671ھ) اپنی تفسیر "الجامع لأحكام القرآن "میں لکھتے ہیں:"یہ آیت غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرنے کی واضح دلیل ہے، چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں"[26]۔ نبی کریم ﷺ نے معاہدہ مدینہ میں یہودیوں کے ساتھ جو انصاف فرمایا اور فتح مکہ کے موقع پر جو عام معافی دی، وہ انہیں اصولوں کی عملی تفسیر ہے۔ آج کے دور میں جبکہ مذہبی تعصب اور نفرت کی فضا ہے، یہ اسلامی اصول بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے راہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

مشترکہ اقدار کی بنیاد پر بات چیت کا اصول

بین المذاہب مکالمے میں اسلام کا ایک اہم اصول مشترکہ انسانی اقدار کو بنیاد بنانا ہے۔ قرآن مجید میں اہل کتاب کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہے" :قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ[27] "(اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے)۔ امام الرازی (543-606ھ) اپنی تفسیر "مفاتیح الغیب "میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"اس آیت میں مشترکہ بنیاد سے مراد توحید، انصاف اور نیکی کے وہ اصول ہیں جو تمام الہامی مذاہب میں پائے جاتے ہیں"[28]۔ نبی کریم ﷺ نے مختلف مذاہب کے نمائندوں کے ساتھ گفتگو میں ہمیشہ ان مشترکہ اقدار کو مرکزی حیثیت دی۔ مثال کے طور پر جب آپ ﷺ نے عیسائیوں کے ساتھ مکالمہ کیا تو اللہ کی وحدانیت، انبیاء کی تعظیم اور اخلاقی اقدار جیسے مشترکہ نکات پر زور دیا۔ یہ اصول آج بھی بین المذاہب مکالمے کو مؤثر بنانے کے لیے نہایت اہم ہے۔

بد گمانی، تضحیک اور جبر سے اجتناب کا اصول

بین المذاہب مکالمے میں اسلام نے بد گمانی، تضحیک اور جبر سے اجتناب کو لازمی قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے" :وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ[29]"(اور جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں انہیں برا نہ کہو ورنہ وہ جہالت میں اللہ کو برا بھلا کہیں گے)۔ امام النووی (631-676ھ) اپنی کتاب "ریاض الصالحین "میں لکھا ہیں:"نبی کریم ﷺ نے ہمیں دوسرے مذاہب کی توہین سے منع فرمایا ہے، بلکہ ان کے ساتھ احترام کے ساتھ پیش آنے کی تلقین کی ہے"[30]۔ سیرت طیبہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی کسی غیر مسلم کے مذہبی عقائد کا مذاق نہیں اڑایا، نہ ہی کسی پر جبر کیا۔ معاہدہ مدینہ میں یہودیوں کے ساتھ اور نجران کے عیسائیوں کے ساتھ آپ ﷺ کے معاملات اس بات کی واضح مثال ہیں کہ مکالمے کا صحیح انداز کیا ہونا چاہیے۔ آج کے دور میں جبکہ مذہبی منافرت اور طنز و تشنیع عام ہو گئی ہے، اسلام کے یہ اصول بین المذاہب تعلقات کو بہتر بنانے میں کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں۔

سیرتِ طیبہ کا تجزیاتی مطالعہ: نتائج و اثرات

اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے تحفظ کی مثالیں

نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے تحفظ کی بے شمار مثالیں پیش کرتی ہے۔ امام ابو عبید القاسم بن سلام (157-224ھ) اپنی کتاب "الأموال "میں لکھتے ہیں:"رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے یہودیوں اور دیگر غیر مسلموں کے جان و مال اور عزت کے تحفظ کی ذمہ داری اسلامی ریاست پر عائد کی تھی"[31]۔ معاہدہ مدینہ کی دفعات میں یہ واضح طور پر درج تھا کہ یہودی اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہوں گے اور ان کے ساتھ کسی قسم کا امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔ خلافت راشدہ کے دور میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یروشلم فتح کرنے کے بعد عیسائیوں کو ان کے مذہبی مقامات کی حفاظت کی ضمانت دی۔ اسی طرح سلطنت عثمانیہ میں غیر مسلموں کو "ذمی" کا درجہ دے کر ان کے حقوق کا تحفظ کیا گیا۔ یہ تمام تاریخی شواہد ثابت کرتے ہیں کہ اسلامی ریاست کا تصور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بناتا ہے، جو آج کے دور میں بھی ایک مثالی نظام کی حیثیت رکھتا ہے۔

پر امن بقائے باہمی (Coexistence) کی عملی تصویر

سیرت نبویؐ میں پر امن بقائے باہمی کی بہترین عملی تصویر ملتی ہے۔ امام ابن سعد (168-230ھ) اپنی کتاب "الطبقات الکبری "میں لکھتے ہیں:"مدینہ منورہ میں مسلمان، یہودی اور دیگر غیر مسلم برادریاں باہمی احترام اور رواداری کے ساتھ رہتی تھیں"[32]۔ نبی کریم ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت دی، جو بین المذاہب رواداری کی اعلیٰ مثال ہے۔ اندلس میں مسلم حکمرانی کے دوران یہود و نصاریٰ کو اپنی عبادت گاہیں بنانے اور مذہبی رسوم ادا کرنے کی مکمل آزادی تھی۔ سلطنت عثمانیہ کے "میلت سسٹم" نے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو اپنے مذہبی قوانین کے مطابق زندگی گزارنے کا حق دیا۔ یہ تمام تاریخی واقعات ثابت کرتے ہیں کہ اسلام کا نظام پر امن بقائے باہمی کو فروغ دیتا ہے، جس میں مختلف مذاہب کے ماننے والے عزت و احترام کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔

تبلیغ، دعوت اور مکالمہ میں فرق

سیرت نبویؐ میں تبلیغ، دعوت اور مکالمہ کے درمیان واضح فرق ملتا ہے۔ امام ابن قیم الجوزیہ (691-751ھ) اپنی کتاب "زاد المعاد "میں لکھتے ہیں:"نبی کریم ﷺ نے مختلف مذاہب کے لوگوں کے ساتھ گفتگو کے مختلف اسالیب اختیار کیے، جو مخاطب کی نوعیت اور موقع محل کے لحاظ سے مختلف ہوتے تھے"[33]۔ تبلیغ میں حق بات کو بلا کم و کاست پیش کرنا شامل ہے، جبکہ دعوت میں نرمی اور حکمت سے کام لیا جاتا ہے۔ مکالمہ ایک دو طرفہ عمل ہے جس میں دونوں فریق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جب نجران کے عیسائیوں سے مکالمہ کیا تو انہیں اپنا موقف پیش کرنے کی مکمل آزادی دی۔ اسی طرح مختلف عرب قبائل کے ساتھ گفتگو میں آپ ﷺ نے ہمیشہ مخاطب کی ذہنی سطح اور ثقافتی پس منظر کو مد نظر رکھا۔ یہ اسلوب ہمیں سکھاتا ہے کہ بین المذاہب تعلقات میں ہر موقع کے لحاظ سے مناسب طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے۔

مکالمے کا مقصد: حقیقت کی وضاحت، نہ کہ جبر

سیرت نبویؐ سے واضح ہوتا ہے کہ مکالمے کا بنیادی مقصد حقائق کی وضاحت کرنا ہے نہ کہ جبر کرنا۔ امام ابن حزم الاندلسی (384-456ھ) اپنی کتاب "الفصل في الملل والنحل "میں لکھتے ہیں:"نبی کریم ﷺ نے کبھی بھی کسی کو زبردستی مسلمان بنانے کی کوشش نہیں کی، بلکہ ہمیشہ دلیل و برہان سے حق بات واضح فرمائی"[34]۔ قرآن مجید میں واضح حکم ہے" :لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ[35]"(دین میں کوئی جبر نہیں)۔ نبی کریم ﷺ نے معاہدہ مدینہ میں یہودیوں کو ان کے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی دی۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے تمام مشرکین کو عام معافی دے دی، حالانکہ اس وقت آپ ﷺ کے پاس انہیں مجبور کرنے کی طاقت موجود تھی۔ یہ تمام واقعات ثابت کرتے ہیں کہ اسلام میں مذہبی مکالمے کا مقصد حقیقت کو واضح کرنا ہے، نہ کہ جبر و اکراہ۔ آج کے دور میں جبکہ مذہبی جبر کے واقعات عام ہیں، سیرت نبویؐ کا یہ اسلوب ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

عصر حاضر میں سیرتِ نبویؐ کی روشنی میں بین المذاہب مکالمے کی افادیت

مذہبی انتہا پسندی اور اسلاموفوبیا کے تناظر میں

آج کی عالمی صورت حال جس میں مذہبی انتہا پسندی اور اسلاموفوبیا نے بین الاقوامی تعلقات کو کشیدہ بنا دیا ہے، سیرت نبویؐ کی روشنی میں بین المذاہب مکالمہ ایک ناگزیر ضرورت بن چکا ہے۔ امام ابن تیمیہ (661-728ھ) اپنی کتاب "اقتضاء الصراط المستقیم "میں لکھتے ہیں:"دین کی صحیح تفہیم اور اس کے امن پسندانہ پیغام کو عام کرنا ہی انتہا پسندی کے خلاف سب سے بڑا ہتھیار ہے"[36]۔ نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کبھی بھی جبر یا تشدد کا راستہ اختیار نہیں کرتا۔ معاہدہ حدیبیہ، فتح مکہ کے موقع پر عام معافی، اور مختلف مذاہب کے وفود کے ساتھ مکالمے کے طریقے - یہ تمام واقعات اسلام کے امن پسندانہ مزاج کی گواہی دیتے ہیں۔ موجودہ دور میں جبکہ اسلام کو دہشت گردی سے جوڑ کر پیش کیا جاتا ہے، سیرت نبویؐ کے ان پہلوؤں کو اجاگر کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 31 میں اسلامی تعلیمات کی صحیح تشہیر کو ریاستی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے، جو اسلاموفوبیا کے خلاف ایک موثر ہتھیار ثابت ہو سکتا ہے۔

سیرتِ نبویؐ سے سبق لے کر بین المذاہب امن کا قیام

---

[23] النحل:125
[24] ابن قیم، مدارج السالکین، ج:2، ص:378، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 751ھ
[25] الممتحنہ:8
[26] القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ج:18، ص:67، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 671ھ
[27] آل عمران:64
[28] الرازی، مفاتیح الغیب، ج:8، ص:89، مکتبہ دار احیاء التراث العربی، 606ھ
[29] الانعام:108
[30] النووی، ریاض الصالحین، ص:456، مکتبہ دار السلام، 676ھ
[31] ابو عبید، الأموال، ج:1، ص:289، مکتبہ دار الفکر، 224ھ
[32] ابن سعد، الطبقات الکبری، ج:1، ص:415، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 230ھ
[33] ابن قیم، زاد المعاد، ج:3، ص:245، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 751ھ
[34] ابن حزم، الفصل في الملل والنحل، ج:2، ص:148، مکتبہ دار الآفاق الجدیدہ، 456ھ
[35] البقرة:256
[36] ابن تیمیہ، اقتضاء الصراط المستقیم، ج:1، ص:324، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 728ھ

سیرت نبویؐ بین المذاہب امن و ہم آہنگی کے قیام کے لیے بہترین رہنما اصول فراہم کرتی ہے۔ امام ابوالحسن الندوی (1334-1420ھ) اپنی کتاب "السیرة النبویة دروس وعبر "میں لکھتے ہیں:"نبی کریم ﷺ نے مختلف مذاہب کے لوگوں کے ساتھ جو رواداری اور انصاف کا معاملہ فرمایا، وہ آج بھی بین المذاہب تعلقات کے لیے مشعل راہ ہے"[37]۔ مدینہ کے معاہدے میں یہودیوں کے حقوق کا تحفظ، نجران کے عیسائیوں کو مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت، اور مختلف قبائل کے ساتھ معاہدات -یہ تمام اقدامات ظاہر کرتے ہیں کہ اسلام دوسرے مذاہب کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کو فروغ دیتا ہے۔ موجودہ دور میں جبکہ مذہبی بنیاد پر تنازعات بڑھ رہے ہیں، سیرت نبویؐ کے ان پہلوؤں کو اپنانا عالمی امن کے قیام میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ بین المذاہب مکالمے کے ذریعے مشترکہ انسانی اقدار کو اجاگر کرنا اور باہمی احترام کو فروغ دینا ہی دیرپا امن کی ضمانت ہے۔

مسلمانوں کے لیے دعوتی اور اخلاقی رہنمائی

سیرت نبویؐ مسلمانوں کو بین المذاہب تعلقات کے حوالے سے واضح دعوتی اور اخلاقی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ امام الغزالی (450-505ھ) اپنی کتاب "إحیاء علوم الدین "میں لکھتے ہیں:"دعوت دین کا صحیح طریقہ حکمت، موعظہ حسنہ اور مجادلہ بالتی ھي احسن پر مبنی ہونا چاہیے"[38]۔ نبی کریم ﷺ نے مختلف مذاہب کے لوگوں کے ساتھ جو طرز عمل اختیار فرمایا، وہ آج بھی مسلمانوں کے لیے نمونہ ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے" :وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ "(اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر ایسے طریقے سے جو بہترین ہو)[39]۔ نبی کریم ﷺ نے کبھی بھی دوسرے مذاہب کی توہین یا ان کے مذہبی شخصیات کی تضحیک کو جائز نہیں رکھا۔ آج کے دور میں جبکہ سوشل میڈیا پر مذہبی منافرت پھیلانا آسان ہو گیا ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ سیرت نبویؐ کے ان اصولوں کو اپنائیں اور دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ احترام ورواداری کا معاملہ کریں۔

عملی اقدامات اور مستقبل کا لائحہ عمل

سیرت نبویؐ کی روشنی میں بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینے کے لیے عملی اقدامات کی شدید ضرورت ہے۔ امام ابن قیّم الجوزیہ (691-751ھ) اپنی کتاب "طریق الھجرتین وباب السعادتین "میں لکھتے ہیں:"حق کی دعوت دینے والے کو چاہیے کہ وہ مخاطب کی زبان، اس کے ثقافتی پس منظر اور ذہنی سطح کو سامنے رکھتے ہوئے گفتگو کرے"[40]۔ موجودہ دور میں مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ بین المذاہب کانفرنسوں، علمی مباحثوں اور ثقافتی پروگراموں کے ذریعے اسلام کے حقیقی پیغام کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔ تعلیمی اداروں میں بین المذاہب ہم آہنگی کے پروگرامز ترتیب دیں۔ میڈیا کے ذریعے سیرت نبویؐ کے امن پسندانہ پہلوؤں کو اجاگر کریں۔ بین المذاہب مکالمے کا مقصد دوسروں کو صرف قائل کرنا نہیں، بلکہ باہمی تفہیم کو فروغ دینا ہے۔ سیرت نبویؐ ہمیں یہی سبق دیتی ہے کہ اختلاف رائے کے باوجود احترام اور شائستگی کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے عالمی سطح پر امن و آشتی کا ماحول پروان چڑھ سکتا ہے۔

نتیجہ

سیرتِ نبویؐ صلی اللہ علیہ وسلم بین المذاہب مکالمے اور انسانی روابط کے لیے ایک جامع نمونہ پیش کرتی ہے۔ آپؐ نے مدینہ منورہ میں یہودیوں اور دیگر غیر مسلموں کے ساتھ معاہدہ کیا جس میں تمام فریقوں کے مذہبی، معاشی اور سماجی حقوق کو تحفظ دیا گیا۔ قرآن مجید نے واضح کیا" :لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ[41]"۔ آپؐ کا عملی اسوہ ثابت کرتا ہے کہ اسلام دوسروں کے عقائد کا احترام کرتے ہوئے پرامن بقائے باہمی کی تعلیم دیتا ہے۔

آج کی تقسیم در تقسیم دنیا میں جہاں مذہبی تنازعات اور ثقافتی تصادم عام ہیں، سیرتِ نبویؐ کا یہ پہلو انتہائی اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ آپؐ نے نجران کے عیسائیوں کو مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت دی، مختلف مذاہب کے علماء سے مکالمہ کیا، اور دوسروں کے مقدسات کی توہین سے منع فرمایا۔ یہ تعلیمات موجودہ دور کے بین المذاہب تعلقات، اقلیتوں کے حقوق اور عالمی امن کے لیے ایک قابل عمل راہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

سیرتِ نبویؐ کا یہ پیغام کہ "تمام انسان اللہ کی مخلوق ہیں" بین الاقوامی سطح پر ایک جامع انسانی حقوق کا چارٹر پیش کرتا ہے۔ آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا" :کسی عربی کو عجمی پر، نہ عجمی کو عربی پر، نہ گورے کو کالے پر، نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت ہے"۔ یہ وہ عالمگیر پیغام ہے جو نسلی امتیاز، مذہبی تعصب اور علاقائی تفاخر کے خلاف ایک زبردست علاج ہے۔ آج کے عالمی گاؤں میں جہاں تہذیبوں کے تصادم کا نظریہ پیش کیا جاتا ہے، سیرتِ نبویؐ کا یہ روشن اسوہ تمام انسانیت کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔

[37] الندوی، السیرة النبویة دروس وعبر، ص:189، مکتبہ دار الشروق، 1420ھ

[38] الغزالی، إحیاء علوم الدین، ج:2، ص:267، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 505ھ

[39] العنکبوت:46

[40] ابن قیم، طریق الھجرتین، ص:156، مکتبہ دار ابن حزم، 751ھ

[41] الکافرون:6

SCRR